10۔ ایبسٹرکٹ آرٹ

سید محمد جعفری (۱۹۱۱ء۔۱۹۷۶ء)

تعارف: سید محمد جعفری ۱۹۱۱ء میں سید محمد علی جعفری کے گھر پیدا ہوئے۔ سید محمد جعفری کے والد محمد علی جعفری تاریخ اور فلسفے میں ایم اے تھے۔ جس کے اثرات محمد جعفری کی زندگی پر پڑے۔ سید محمد جعفری ہنسنے اور ہنسانے کا گر خوب جانتے ہیں۔ جب شاعری میں طنز کے نشتر چبھوتے ہیں تو اُن کے پیش نظر مریض نہیں بلکہ مرض ہوتا ہے۔ اُن کی شاعری میں مزاح غالب ہے۔ لیکن کہیں کہیں طنز کا عنصر بھی در آیا ہے لیکن وہ مزاح کے پردے میں لپٹا ہوتا ہے۔ آپ ۱۹۷۶ء میں اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔

کتنا اچھا فیصلہ کرتا رہا کشمیر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

خلاصہ: (ڈیرہ غازی خان 2010، ملتان 2008,09)

میں تجریدی آرٹ کی ایک نمائش دیکھنے کے لیے گیا تو ازراہِ مروت تصاویر کی تعریف کی۔ لیکن اصل میں نمائش میں جو کچھ دیکھا اسے بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ایک تصویر جو کمال فن تھی بظاہر یوں لگا جیسے بھینس کے جسم پر اونٹ کی گردن لگا رکھی ہو۔ تصویر میں ٹانگ مسواک کی صورت اور ناک خطرناک نظر آتی تھی۔ ایک اور تصویر میں صاف ورق پر بے ڈھنگے رنگوں کی صورت نظر آئی۔ مزید برآں ایک دوسری تصویر میں آڑی ترچھی لکیریں گویا ٹوٹے ہوئے آئینے میں سورج کی کرن تھی۔ تصویریں دیکھ کر بچے آغوشِ مادر میں پناہ گزیں ہو رہے تھے۔ مختصراً یہ کہ نمائش میں جانا خطا تھی۔ آج تک میں خود کو معاف نہیں کر سکا، یہ نمائش نہیں بلکہ دیوانے کا خواب تھا۔

اشعار کی تشریح

(1) ایبسٹرکٹ آرٹ کی دیکھی تھی نمائش میں نے — کی تھی ازراہِ مروت بھی ستائش میں نے

حل لغت: نمائش: دکھانا — ازراہِ مروت: لحاظ کرتے ہوئے — ستائش کرنا: تعریف کرنا، سراہنا

مفہوم: میں نے تجریدی مصوری کی نمائش دیکھی اور ازراہِ مروت اس کی تعریف بھی کی تھی۔

تشریح:

دنیائے سخن میں فن اور ادب کو ساتھ ساتھ رکھنے میں شہرت دوام کی حامل شخصیت سید محمد جعفری اپنی مشہور زمانہ مشاہداتی نظم میں اپنے ایک ناخوش گوار تجربے کو بیان کرتے ہیں۔

وہ پکاسو ایبسٹرکٹ آرٹ کا موجد تھا۔ ایبسٹرکٹ آرٹ اُردو میں ہم تجریدی مصوری کہتے ہیں۔ ایک ایسی مصوری ہوتی ہے، جس میں مصور اپنے جذبات و خیالات کا اظہار آڑی ترچھی لکیریں کھینچ کر بڑے بے ڈھنگے انداز میں کرتا ہے۔ اور یہ انداز اس قدر مشکل ہوتا ہے کہ عام ناظر اس کو سمجھ نہیں پاتا اور وہ یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ یا تو مصور خالی الذہن ہے یا پھر مصور نے حالتِ دیوانگی یا حالتِ نیم بے ہوشی میں آڑی ترچھی لکیریں بے سلیقہ کھینچ دی ہیں۔ حتیٰ کہ عام ناظر اس تجریدی مصور کے اظہار فن کو دیوانگی سمجھ بیٹھتا ہے۔

لیکن خیال رہے کہ تجریدی مصوری بیسویں صدی میں یورپ میں بے پناہ مقبول ہوئی۔ بیشتر ممالک میں باقاعدہ اس کی

نمائشوں کا انعقاد ہوتا اور بعض اوقات تو سب سے بہتر (یعنی سب سے بے ڈھنگی) تصویر کے مصور کو بادشاہ خود انعام دیتا۔ ملکہ وکٹوریہ نے اس فن کو سرکاری حیثیت دی تھی اور تجریدی مصوروں کو سرکاری خزانے سے تنخواہ بھی دی جاتی تھی۔ بہرصورت ایک عام ناظر کے لیے یہ سمجھنا ناممکن ہے۔ شاید اسی لیے مشہور مزاح نگار انور مسعود نے ان لوگوں کو مشورہ دیا ہے کہ:

چھوڑ تجرید و علامت کی پہیلی پیارے　　چھیڑ قصہ کوئی سعدی کی حکایت جیسا

غالباً اسی طرح کا اتفاق شاعر کو بھی ہوا۔ شاعر ایک عام ناظر کی حیثیت سے ایبسٹریکٹ آرٹ کی نمائش میں چلا گیا۔ دوسرے مصرعے میں "از راہِ مروت" کا لفظ استعمال ہوا ہے لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نمائش میں شاید اُن کے کسی عزیز دوست نے انھیں مدعو کیا تھا۔ اور شاعر اس دعوت کو ٹال نہ سکا اور نمائش کے نظارے کے لیے چل پڑا۔ لیکن اُدھر جا کر نمائش کا جو حال دیکھا تو شاعر حیران رہ گیا۔ تصاویر نے شاعر کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ کچھ لمحے تو شاعر مبہوت اور ساکت ہو گیا۔ جیسے اُسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ لیکن فوراً اُس نے اپنے حواس پر قابو پایا اور خیال کیا کہ چوں کہ اس دعوت پر اس کے دوست نے مدعو کیا ہے۔ لہٰذا تصاویر کی تعریف کرنی چاہیے۔

گو کہ تصاویر سمجھ سے بالاتر تھیں۔ لیکن زمانے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں۔ کچھ رسوم کا بھی لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ شاعر نے جب دیکھا کہ بیشتر لوگ تصاویر کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں تو وہ بھی حقیقت سے آنکھ چرا کر ان تصاویر کی تعریف کرنے لگا۔

اس فضول نمائش کی تعریف تو کر دی لیکن حقیقت میں بقول شاعر:

نمائش تو کچھ بھی نہیں تھی مگر　　مروت سے تعریف کرنے لگا

(2)　آج تک دونوں گناہوں کی سزا پاتا ہوں　　لوگ کہتے ہیں کہ کیا دیکھا تو شرماتا ہوں

حلِ لغت:　گناہ: ایسا عمل جو خلافِ شریعت ہو　شرمانا: شرمندہ ہونا، نادم ہونا

مفہوم:　میں آج تک دونوں گناہوں کی سزا بھگت رہا ہوں۔ جب لوگ پوچھتے ہیں کہ تم نے کیا دیکھا تو تب سے شرم آتی ہے۔

تشریح:

شاعر تجریدی مصوری کی نمائش میں چلا تو گیا مگر اُسے قطعاً معلوم نہ تھا کہ اسے اس قدر گمبھیر حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہاں جو کچھ بھی وہ دیکھے گا اُس کی سمجھ سے بالاتر اور حقائق سے عاری ہوگا۔

یہ کیا خبر تھی جب میں آیا تھا دیکھنے دکھانے　　جھگڑوں کو نپٹانے ہوئے ہیں فرشتے

لیکن شاعر جب اس نمائش کو دیکھ کر واپس گھر آیا تو اُسے اس کا ضمیر ملامت کرنے لگا کہ اتنے گناہوں کا مرتکب ہونے کے بعد تم نے یہ کیا کر ڈالا کہ نمائش میں چلے گئے۔ نمائش میں جو بھی بقول شاعر ایک عظیم گناہ تھا۔ کیوں کہ جھگڑوں سے عاری تو صرف فرشتے ہوتے ہیں اور یہ نمائش بھی تو مکمل طور پر جھگڑوں سے عاری تھی۔ لہٰذا اس نمائش میں جانا بھی ایک بڑا عظیم گناہ تھا اور شاعر کے بقول نمائش سے عاری ہونا اور نمائش میں موجود تصاویر کی تعریف کرنا تھا۔ کیوں کہ شاعر کو تصاویر کی الف بے بھی نہیں آتی تھی۔ لیکن شاعر نے ان تصاویر کو مصور کا کمال اور اعلیٰ پائے کے فن کا شاہکار قرار دیا اور اسے عظیم گناہ سمجھ رہا ہے کہ لوگ شاعر کی گمراہی بھانپ گئے ہیں اور اگر شاعر سے پوچھتے ہیں کہ انھوں نے نمائش میں کیا دیکھا ہوگا تو شاعر شرمندہ ہوتا ہے اور بقول شاعر:

؎ ایبسٹر کٹ آرٹ کی دیکھی جو نمائش میں نے شرم سے میری جبیں پر تھا پسینہ آیا

دوسرا مفہوم جو شاید زیادہ قرین قیاس ہے یہ کہ شاعر نے تصاویر کی اس قدر تعریف کی تو لوگوں نے اس سے پوچھنا شروع کر دیا کہ آپ نے جو ان تصاویر کی اتنی تعریف کی ہے، آپ کو تصاویر میں کیا خوبی اور انفرادیت نظر آئی؟ لیکن شاعر کے پاس لوگوں کے اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ کیوں کہ حقیقت تو یہ تھی کہ شاعر کو خود بھی ذرہ برابر ان تصاویر کی خوبیوں کا پتا نہ چلا تھا۔ ان سوالات کے جواب میں شاعر کے پاس ایک ہی جواب تھا اور وہ تھا "خاموشی"۔ چناں چہ ایسی باتیں سن کر شاعر کا ضمیر اُسے ملامت کرنے لگتا ہے اور وہ لوگوں کے سامنے نادم سا ہو جاتا ہے۔ چناں چہ ایسے سوالات کے جواب اُس کا اپنا ضمیر اُسے شرمندگی کی صورت میں مہیا کرتا ہے۔

(4,3) ایک تصویر کو دیکھا جو کمال فن تھی بھینس کے جسم پر اک اونٹ کی سی گردن تھی
ٹانگ کھینچی تھی کہ مسواک جسے کہتے ہیں ناک وہ ناک خطرناک جسے کہتے ہیں

حل لغت: کمال فن: کاری گری، ہنرمندی مسواک: دانت صاف کرنے کی ریشہ دار لکڑی
خطرناک: خطرے کی وجہ یا سبب

مفہوم: میں نے ایک تصویر دیکھی کہ جیسے بھینس کے جسم پر اونٹ کی گردن بنی ہوئی تھی اور اسے فن کا کمال ظاہر کیا گیا تھا۔ اس تصویر کی ٹانگ مسواک کی طرح لگتی تھی اور ناک بھی خطرناک بنی ہوئی تھی۔

تشریح:

اب شاعر نے تصاویر کا حال بیان کرنا شروع کیا ہے۔ شاعر نے ایک تصویر کے متعلق بیان کیا ہے کہ جب اُس نے تصویر پر نظر غائر ڈالی تو یہ دو جانوروں کے جسموں کا بے ڈھنگا امتزاج نظر آیا۔ تصویر کا بایاں اور نچلا حصہ بھاری قسم کا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی مصور نے بھینس کے دھڑ کی نقشہ آرائی کی ہو۔ اس تصویر کا نچلا حصہ شاعر کے اس نظریے کو تقویت پہنچا رہا تھا کہ یہ تصویر بھینس کی بنائی گئی ہے۔ لیکن یہ اس وقت غلط ثابت ہو گیا جب شاعر نے تصویر کے اوپر والے حصے کا دیدار کیا۔ گردن اور منہ بالکل بھی بھینس سے مشابہ نہ تھا۔ گردن جو کھینچی گئی تھی وہ بھینس کی گردن سے کہیں زیادہ طویل تھی۔ شاعر نے کافی غور و خوض کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ تصویر میں بنائی گئی گردن اور منہ کافی حد تک اونٹ کے منہ اور لمبی گردن سے مشابہت رکھتے ہیں۔ کیوں کہ تصویر میں بنائی گئی گردن بھی اونٹ کی مانند لمبی تھی اور جیسے اونٹ کی گردن میں خم ہوتا ہے اس طرح تصویر میں بنی ہوئی گردن بھی ٹیڑھی میڑھی اور خم دار تھی کہ:

؎ بھینس کے جسم پہ تھی اونٹ کی گردن سی بنی اور پھر ظلم کہ نام اس کو دیا فن کا کمال

شاعر کو تو یہ تصویر بہت بے ڈھنگی اور نامعقول دکھائی دے رہی تھی لیکن شاعر یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا کہ لوگ اس تصویر کی بہت تعریف کر رہے تھے اور فن کا کمال قرار دے رہے تھے۔ لیکن شاعر پر تو گویا یہ منظر دیکھ کر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ اُسے تو اس بات کی بالکل بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی جو لوگوں کے خیال میں مصور کی سب سے بہترین تصویر تھی۔

دراصل ایبسٹر کٹ آرٹ ایسی مصوری ہوتی ہے کہ مصور کچھ بناتا ہے اور ناظر کچھ سمجھ بیٹھتا ہے۔ اور کبھی کبھی مصور نے عورت کی تصویر بنائی ہوتی ہے لیکن ناظر اسے انناس سمجھ لیتا ہے۔ بقول شاعر:

؎ ایبسٹر کٹ کے ملبے سے یہ دولت نکلی جس کو سمجھا تھا انناس ، وہ عورت نکلی

ابہام اور نامعقولیت ایبسٹر کٹ آرٹ کے نمایاں نقائص ہیں۔ دوسرے شعر میں شاعر نے تصویر کے ٹیڑھے پن کی توضیح

بھینس اور اونٹ کی امتزاجی تصویر کی ٹانگیں جب دیکھیں تو بے حد بھدی سی نظر آئیں۔ کافی طویل اور سوئے پر
ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ
ئی بھی تھیں۔ ان ٹانگوں کی بھینس کی صحت مند ٹانگوں سے کوئی مماثلت نہ تھی۔ شاعر کچھ دیر سوچتا رہا کہ آخر یہ ٹانگیں کس
ہو گئی ہیں۔ لیکن شاعر کے ذہن میں کوئی جانور ایسا نہ آیا جس کی ٹانگیں پتلی ہوتی ہوں۔ الغرض شاعر کو مجبوراً مسواک کا
ہاؤ کی ہو سکتی ہیں۔ مسواک کی تشبیہ اُن ٹانگوں کے لیے بے حد موزوں تھی۔ کیوں کہ دونوں میں طوالت اور پتلا پن پایا جاتا ہے۔ یہ ٹانگیں
ہوا بیٹھا پڑا۔ مسواک کی طرح بے ڈھنگی تھیں۔
بھی مسواک کی طرح بے ڈھنگی تھیں۔

اس کے بعد شاعر نے تصویر میں بنائی گئی ناک کی کیفیت بیان کی ہے۔ اپنے دیگر اعضا کی مانند ناک بھی کافی غیر
ہوا واقع ہوئی تھی۔ ناک بھی بے حد لمبی اور نوکیلی تھی۔ ایک تو یہ ناک دیکھنے کو نہیں بھاتی تھی دوسرا اس میں موجود تیکھی نوک بھی
ئی کانٹے کی مانند خطرناک محسوس ہو رہی تھی۔ لہٰذا وہاں پر موجود ناظرین جا بجا اس ناک کو خطرناک قرار دے رہے تھے اور ساتھ
ناک کی دہشت کا سرد احساس بھی اُن کے وجود میں سرایت کر رہا تھا۔ بقول شاعر

ٹانگیں اس کی تھیں صورتِ مسواک ناک اُس کی بنی تھی دہشت ناک

الغرض مجموعی طور پر تصویر فضول اور خستہ حال تھی۔ یوں لگتا تھا کہ ناظرین کو مختلف جانوروں کا امتزاج دکھانا
مطلب و مقصود تھا۔ اس تصویر میں کئی جانوروں کی خصوصیات شامل کی گئی تھیں۔ تصویر مکمل طور پر بُری اور عجیب نمونہ تھی۔ اس قدر
بدنما تصویر کو دیکھ کر لگتا تھا کہ گویا مصور نے بغیر سوچے سمجھے یہ بنا ڈالی تھی۔

شعر 6,5 ایک تصویر کو دیکھا کہ کیا رکھا ہے ورق صاف پہ رنگوں کو گرا رکھا ہے
آڑی ترچھی سی لکیریں تھیں وہاں جلوہ فگن جیسے ٹوٹے ہوئے آئینے پہ سورج کی کرن
(بہاول پور 2007)

حل لغت:
آڑی ترچھی: ٹیڑھی میڑھی
کرن: سورج یا چاند کی شعاع
جلوہ فگن: جلوہ دکھانا، سج دھج کر سامنے آنا

مفہوم:
ایک اور تصویر یوں نظر آئی جیسے کورے کاغذ پر رنگوں کو گرایا ہوا ہو۔ یوں لگتا تھا کہ ٹوٹے ہوئے آئینے پر
سورج کی کرنیں چھن چھن کر پڑ رہی تھیں۔

تشریح:

زیرِ تشریح شعر میں شاعر دوسری تصویر کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر رہا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ وہاں پڑی ہوئی ایک
ر تصویر کو دیکھا تو یہ پہلی سے بھی قدرے بُری نظر آنے لگی۔ کیوں کہ پہلی تصویر میں تو پھر بھی شاعر نے سر، دھڑ اور گردن وغیرہ کو
نہاں کیا تھا۔ لیکن اس تصویر میں تو ماجرا مختلف تھا۔ شاعر نے بہتیری کوشش کی کہ تصویر کو سمجھ سکے کہ مصور نے کس چیز کو اپنے قلم کی
نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ شاعر نے اپنے ذہن پر زور دیا لیکن تصویر کسی بھی جان دار یا بے جان شے سے ملتی دکھائی نہ دی۔ لہٰذا
شاعر نے تصویر کو کسی بھی چیز سے تشبیہ دینے کی بجائے کہہ دیا ہے کہ فی الحقیقت یہ کوئی تصویر نہ تھی بلکہ مصور نے رنگوں کی چار پانچ
شیشیاں اٹھا کر کے صاف کاغذ پر انڈیل دی تھیں۔ تصویر میں موجود موٹے موٹے دھبے شاعر کے اس نظریے کو مزید تقویت پہنچا
رہے تھے کہ یہ تصویر واقعی رنگوں کا مرکب ہے۔

سادہ کاغذ پہ رنگ بکھرے ہیں نام اس کو بھی دے دیا فن کا

دوسرے شعر میں شاعر نے اس تصویر کے مزید نقائص بیان کیے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ تصویر میں دھبوں کے علاوہ

بے ڈھنگی لکیریں بھی جلوہ فگن تھیں۔ یہ لکیریں تھیں نہ کہ تصویر۔ لگتا تھا کہ مصور نے بغیر سوچے سمجھے قلم پھیر دیا ہو۔ جس طرف قلم پڑا فقط لائنیں اور لکیریں ہی جنم لیتیں۔ تصویر تو نام کو بھی نہ تھی۔ دوسرے مصرعے میں شاعر نے اس تصویر کو ایک شیشے کی مانند قرار دیا ہے جس پر مختلف اطراف سے سورج کی شعاعیں پڑ رہی ہوں۔ یاد رہے کہ شاعر نے ٹوٹے ہوئے شیشے کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ لفظ حکمت سے پُر ہے۔ کیوں کہ اگر سہ طرفہ شیشہ گول شکل میں ہو تو اس میں سے شعاعیں بڑے منظم اور خوب روانداز سے منعکس ہوتی ہیں۔ جسے کل داخلی انعکاس کہتے ہیں اور اس طرح کے شیشے بیشتر اختراعات مثلاً کمپیوٹر، موبائل اور ٹیلی ویژن میں استعمال ہوتے ہیں لیکن اگر شیشہ دو طرفہ ہو اور ٹوٹا ہوا ہو تو سورج کی شعاعیں اس سے ٹکرا ٹکرا کر کوئی زاویہ بنا کر واپس مڑ جاتی ہیں اور یہ عمل بہت غیر منظم سا ہوتا ہے۔ اس عمل کو انعکاس کہتے ہیں۔ زیرِ تشریح شعر میں بھی اسی امر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ضمیر جعفری نے ٹوٹے ہوئے آئینے کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تاکہ جس طرح ٹوٹے ہوئے شیشے پر سورج کی شعاعیں بے ڈھنگی صورت میں منعکس ہوتی ہیں۔ اسی طرح یہ تصویر بھی نہایت بھدی غیر موزوں، غیر منظم، منتشر اور بُری واقع ہوئی تھی۔ بقول شاعر:

آڑی ترچھی لکیریں تھیں جیسے ۔۔۔ آئینے پر کرن ہو سورج کی

دراصل شاعر کہتا ہے کہ تجریدی مصوری اس قدر فضول اور مشکل ہوتی ہے کہ عام ناظر اسے سمجھنے سے ہی قاصر ہوتا ہے اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مصور کچھ بناتا ہے جب کہ ناظر کچھ سمجھ بیٹھتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ مصور نے محبوب کی نقش آرائی کی ہو لیکن ناظر اسے تپائی پر رکھا ہوا گھڑا سمجھ بیٹھے۔ بقول شاعر:

نقش محبوب مصور نے سجا رکھا ہے ۔۔۔ مجھ سے پوچھو تو تپائی پہ گھڑا رکھا ہے

شعر 7 اس نمائش میں جو اطفال چلے آتے تھے ۔۔۔ ڈر کے ماؤں کے کلیجے سے لپٹ جاتے تھے

(بہاول پور 2007)

حل لغت: اطفال: طفل کی جمع مراد بچے ۔۔۔ کلیجہ: سینے

مفہوم: اس نمائش کو دیکھ کر بچے بھی اس قدر خوف زدہ ہو رہے تھے کہ ماؤں کے سینے سے چمٹ جاتے تھے۔

تشریح:

زیرِ تشریح شعر سے قبل تمام اشعار میں شاعر نے تصاویر کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، اپنے تاثرات بیان کیے ہیں اور مصور کے بے ڈھنگے پن کی عکاسی کی ہے۔ لیکن تشریح طلب شعر میں شاعر نے ان بچوں کے بارے میں بتایا ہے جو نمائش کو دیکھنے کے لیے آئے تھے۔ شاید ان بچوں کو بھی شاعر کی طرح پہلی مرتبہ یہ نمائش دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ بچے نہایت خرانماں خرانماں تجریدی آرٹ کو دیکھنے کے لیے ماؤں کے ساتھ چلے آئے۔ لیکن یہاں آ کر جب تصاویر دیکھیں تو وہ خوف سے سہم گئے۔

اس قدر غیر موزوں، بھدی، بے ڈھنگی اور سمجھ سے بالاتر تصاویر کی شاید انھیں توقع نہ تھی۔ بچے تو ہر صورت معصوم ہوتے ہیں۔ اس طرح کے رنگ دیکھ کر ان کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ دہشت کے مارے ان کے چہرے کا رنگ فق ہونا شروع ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر بچے تاب نہ لا سکے اور بھاگ بھاگ کر اپنی ماؤں سے لپٹ جاتے۔ ماؤں نے انھیں بڑی تسلی دی لیکن بچوں کا خوف کسی طرح اور نہ ہو سکا وہ سسکیاں بھرتے رہے۔ ان کی حالت سے مائیں بھی پریشان تھیں لیکن اب ہو بھی کیا سکتا تھا۔ الغرض ضمیر جعفری بتاتے ہیں کہ نمائش تمام بچوں اور بڑوں کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ بڑوں نے تو اسے غیر موزوں سمجھا لیکن بچے ان تصاویر سے اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ ان سے بچنے کے لیے ماؤں سے لپٹ جاتے تھے۔ بقول جاوید انجم اکمل پوری:

دیکھی ہے ڈھنگی تصویریں تو بچے

شعر 8 الغرض جائزہ لے کر یہ کیا ہے انصاف آج تک کر نہ سکا اپنی خطا خود میں معاف

حل لغت: الغرض: مختصر، قصہ مختصر جائزہ لے کر: غور و خوض کر کے، پڑتال کر کے خطا: غلطی، قصور

مفہوم: مختصر یہ میں خود شاعر ہو کر بھی اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکا۔

تشریح:

تشریح طلب شعر میں شاعر اپنے آپ کو ملامت کر رہا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ جب میں نے پیچھے کر اس تمام واقعے پر غور و خوض کیا، نمائش میں جو بیتی اُس پر ایک عائر نگاہ ڈالی، انصاف سے اپنا احتساب کیا اور عدل کے ترازو میں اس نمائش کو تولا تو بذات خود اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ واقعتاً مجھ سے بہت بڑی غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ شاعر سے دو بڑی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ اول تو اسے معلوم بھی تھا کہ تجریدی آرٹ کی نمائش فضول ہوتی ہے اور اس میں مصور فضول قسم کی تصاویر تشکیل دیتا ہے اور یہ فن اور ضوابط سے عاری ہوتا ہے تو جانتے ہوئے بھی وہ نمائش میں کیوں گیا۔

دوسرا یہ کہ شاعر نے تصاویر کا جب بغور مشاہدہ کیا تو اُسے معلوم بھی ہو گیا تھا کہ تصاویر خوبیوں سے عاری ہیں اور بالکل فضول اور بے معنی ہیں۔ لیکن پھر بھی شاعر نے رسماً اور قرارت کی پاسداری کرتے ہوئے اس کی تعریف کر دی۔ یہ بھی دوسری غلطی شاعر کے خیال میں پہلی غلطی سے بھی زیادہ تھی۔

چناں چہ شاعر کہتا ہے کہ یہ اسکی غلطیاں ہیں جس پر خود اس کا ضمیر اسے معاف کرنے کو تیار نہیں۔ اور یہ ہر اعتبار سے کہ کسی غلط کام کرنے پر سب سے زیادہ ملامت ضمیر کرتا ہے اور یہ ایسا سچ ہے جو کبھی انسان کو معاف نہیں کرتا۔ بالکل یہی معاملہ شاعر کے ساتھ بھی پیش آیا۔

شعر 9 میں نے یہ کام کیا سخت سزا پانے کا یہ نمائش نہ تھی اک خواب تھا دیوانے کا

حل لغت: دیوانہ: بے وقوف، وہ شخص جو عقل سے عاری ہو خواب: سپنا، تصور

مفہوم: تجریدی آرٹ کی نمائش میں جانا اور اس کو دیکھنا سزا کا کام ہے اور یہ نمائش نہ تھی بلکہ ایک پاگل کا خواب تھا۔

تشریح:

زیر تشریح شعر میں شاعر کہتا ہے چوں کہ میرا ضمیر مجھے معاف کرنے کے لیے تیار نہیں اور کسی قسم کی دلیل یا منطق کو معاف نہیں کر سکتا۔ لہٰذا میں نے خود اپنی سزا بھی تجویز کر لی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے لیے جو سزا تجویز کی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے نمائش کے بارے میں تمام حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور اس کی تصاویر کے تاثر میں اور دوسرے کسی آرٹ کی نمائش کو ذہن میں رکھ کر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ نمائش "دیوانے کا خواب" تھی

"دیوانے کا خواب" کا اول معنی مفہوم تو یہ ہے کہ نمائش بذاتِ خود دیوانے کا خواب تھی کیوں کہ دیوانہ اب کا کسی کو بھی کہا جا سکتا ہے کیوں کہ ان میں سے کوئی تصور بھی تصوری خاکوں پر پوری نہیں اترتی تھی اور لوگوں کے رویے اور ان کی ذہنی کیفیت کے اظہار کی گرفت آویزاں کرنا اس بات کے شاہد تھے کہ واقعی کسی عقل سے عاری دیوانے کے خواب کی تعبیر ہے۔ اس لیے شاعر اعتراف کرتا ہے کہ فی الواقعہ یہ نمائش نہ تھی بلکہ تصوری کے ساتھ ہوئی تھی۔ ایک گمراہ کن نمائش تھی جس کو دیکھ کر

دوسرا مفہوم جو شاید شاعر نے اپنے ضمیر کی تسکین کی خاطر گھڑ لیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شاعر نے یہ خیال کر کے شروع کر دیا ہے کہ شاعر اس نمائش میں گیا ہی نہ تھا بلکہ اُس نے حالت دیوانگی میں یہ خواب دیکھا تھا۔ بس اس نمائش کی حیثیت بھی خواب سے زیادہ نہیں۔

مشقی سوالات

سوال 1 درست جواب کے گرد دائرہ لگائیں۔

(i) شاعر نے تصاویر کی تعریف کیوں کی؟

(الف) ان سے متاثر ہو کر (ب) فن کی باریکی کو سمجھ کر

(ج) ان کی خوب صورتی کی وجہ سے ✓ (د) محض مروت سے

(ii) شاعر نے تصویر میں بھینس کے جسم پر کس جانور کی گردن دکھائی ہے؟

(الف) گائے کی ✓ (ب) اونٹ کی

(ج) بکری کی (د) ہاتھی کی

(iii) شاعر کے خیال میں نمائش حقیقت میں کیا تھی؟

(الف) ایک یادگار نمائش ✓ (ب) دیوانے کا خواب

(ج) آرٹ کی خدمت (د) تصاویر کا قابل قدر نمونہ

سوال 2 مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

ستائش قائداعظم کی جدوجہد قابلِ ستائش ہے۔

مصور شیرازی ہمایوں دور کا بہت بڑا مصور تھا۔

اطفال ہمارے محلے میں اطفال کے لیے ایک چھوٹا سا سکول ہے۔

جائزہ جائزہ لینے کے بعد نتائج اخذ کرنے چاہئیں۔

نمائش آج سٹی پارک میں تصاویر کی نمائش تھی۔

سوال 3 نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ جواب: نظم کا خلاصہ دیکھیے۔

سوال 4 مختصر جوابات دیجیے۔

(i) شاعر نے کس قسم کے آرٹ کی نمائش دیکھی۔

جواب شاعر نے تجریدی مصوری کی بے ڈھنگ نمائش دیکھی۔

(ii) کیا شاعر اس نمائش سے متاثر ہوا؟

جواب بالکل نہیں۔

(iii) شاعر نے نمائش کی تعریف کیوں کی؟

جواب مروت کی خاطر شاعر نے تعریف کر دی۔

(iv) نمائش کی تصویروں کا بچوں پر کیا اثر ہوا؟

جواب بچے خوف زدہ ہو کر آنکھن مار میں پناہ گزیں ہوئے

(v) شاعر اس نمائش کو کیا قرار دیتا ہے؟

جواب ایک دیوانے کا خواب

سوال 5 نظم کے آخری دو اشعار کی تشریح کیجیے۔

جواب دیکھیے اشعار کی تشریح